ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝

پھر اس کے بعد تم کو ضرور مرنا ہے ۝ پھر قیامت کے روز تم یقیناً اٹھائے جاؤ گے ۝ (۲۳ : ۱۵ - ۱۶)

عذابِ قبر

قرآن و حدیث کی روشنی میں

ایک مکمّل جائزہ

شائع کردہ

انجمن احباب

۱۹-۳ - ایچ - بلاک نمبر ۱ - ناظم آباد - کراچی ۷۴۶۰۰

فون : ۶۲۷۸۴۰

Presented by ://https://jafrilibrary.com

سلسلہ اشاعت - ۳۲

اشاعت اوّل

ماہ فروری ۱۹۹۶ء — رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ

نام کتاب ——— عذاب قبر، قرآن و حدیث کی روشنی میں ایک مکمل جائزہ

مؤلف ——— مدیر ماہنامہ "الحق" حیدرآباد دکن محمد فاضل

صفحات ——— ۴۰

طباعت اوّل ——— ۱۱۰۰ عدد

کتابت ——— ہدایت اللہ شاہین رقم

قیمت کتاب ——— Rs 12 روپیہ

مطبع ——— روحانی ڈائجسٹ۔ ناظم آباد، کراچی

ناشر

انجمن احباب

۱۹ - ۳ - ایچ - بلاک نمبر ۱ - ناظم آباد - کراچی ۷۴۶۰۰

فون : ۶۲۷۸۴۰

حرفِ اوّل

زیرِ نظر کتابچہ دراصل ماہنامہ "الحق" حیدرآباد دکن مدیر محمد فاضل کا وہ مقالہ ہے جو "عذابِ قبر" کے عنوان سے ماہنامہ کے جون و جولائی ۱۹۹۵ء کے شمارہ میں شائع ہوا تھا۔ یہ ایک متنازعہ مسئلہ ہے لیکن حق یہ ہے کہ قرآن کریم کی موضوع سے متعلق آیات پر اگر غور کیا جائے تو عذابِ قبر کا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المومن آیت ۱۱ میں فرمایا ہے کہ ہم نے تمہیں دو دفعہ موت اور دو دفعہ زندگی عطا کی اور سورۃ المومنون کی آیت ۱۵-۱۶ میں فرمایا ہے کہ تمہیں قیامت کے روز یقیناً اٹھایا جائے گا۔ اس طرح تیسری زندگی کا کوئی تصور اسلام پیش نہیں کرتا۔ ایک لامتناہی عرصہ ہے جو دنیاوی موت اور قیامت کی زندگی کے درمیان ہے اور وہ برزخ ہے جس کا حال اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اس لئے فرمایا گیا ہے کہ کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ بھاگو جس کا تمہیں علم نہیں دیا گیا (بنی اسرائیل ۳۶) کیونکہ قیامت کے دن آنکھ کان اور دل سب ہی سے باز پرس ہو گی۔

زندگی دراصل اس لئے عطا کی گئی ہے کہ ہمیں آزمایا جائے کہ دیکھیں کون بہتر عمل کرتا ہے۔ ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور پھر قیامت کے دن جب ہم سب اللہ کے حضور پیش ہوں گے اور جس کے آنے میں کوئی شک نہیں (آل عمران ۲۵) اس دن کی رسوائی سے بچا چاہئے وہاں ہر شخص کو اس کے نیک و بد اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا اور کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا یہ اللہ کا وعدہ ہے اور سب کو اسی کی طرف پلٹنا ہے کیونکہ پیدا بھی وہی کرتا ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ (قیامت کے روز) زندگی بھی وہی عطا کرے گا تاکہ نیک اعمال کی جزا دے اور جن لوگوں نے کفر کا طریقہ اختیار کیا تھا ان کو دردناک سزا دے جو انکارِ حق کی پاداش میں دی جائے گی اور درمیانی عرصہ ایک گہری طویل نیند ہے' ایک بے خبری ہے جس کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے ——— اس مقالہ میں بڑی سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ تمام حوالہ جات قرآن کریم سے دیئے گئے ہیں بعض آیات کے صرف نمبر شمار دے دیئے ہیں جن کو ادارہ نے کوشش کی ہے کہ حاشیہ میں ان کے تراجم پیش کر دیئے جائیں۔ اس طرح اس مقالہ کی افادیت میں مزید بہتری آگئی ہے امید ہے کہ قرآن سے شغف رکھنے والے اس سے بہتر طور پر مستفید ہوں گے۔ اپنی آراء سے ہمیں ضرور مطلع فرمائیں تاکہ افہام و تفہیم سے بات اور زیادہ واضح ہو جائے۔ میں قرآن کریم کی اس آیت کو پیش کر کے اس ابتدائیہ کو ختم کرتا ہوں

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ۝

اور (اے نبی) ہمیشگی تو ہم نے تم سے پہلے بھی کسی انسان کے لئے نہیں رکھی ہے اگر تم مر گئے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ جیتے رہیں گے۔

وما علینا الا البلاغ ——— نظام الدین خاں ———

اشاریہ : قرآنی سورتوں کی اُن آیات کی تفصیل جو اس کتابچہ میں پیش کی گئی ہیں۔

نمبر سورۃ شمار	نام سورۃ	آیات
۲	البقرہ	۲۸، ۱۱۵، ۱۲۱، ۱۴۸، ۱۵۴، ۱۷۷، ۲۰۳، ۲۸۱۔
۳	آل عمران	۲۵، ۱۶۹، ۱۸۵، ۱۸۷۔
۴	النساء	۸۲، ۹۴، ۱۱۵۔
۶	الانعام	۸۲، ۹۱، ۹۳، ۱۱۴۔
۷	الاعراف	۴۵، ۱۷۲، ۱۸۸۔
۸	الانفال	۵۰۔
۱۰	یونس	۴، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۷۔
۱۱	ہود	۷، ۸، ۱۹۔
۱۲	یوسف	۱۱۱۔
۱۴	ابراہیم	۳، ۲۴، ۲۷۔
۱۵	الحجر	۹، ۹۱ تا ۹۹۔
۱۶	النحل	۱، ۲۲، ۲۸، ۳۲، ۸۶، ۸۹۔
۱۷	بنی اسرائیل	۳۶، ۴۴، ۸۵۔
۱۸	الکہف	۷۔
۱۹	مریم	۳۹۔
۲۰	طٰہٰ	۱۵۔
۲۱	الانبیاء	۱۰۲، ۱۰۳۔
۲۲	الحج	۲۱۔
۲۳	المومنون	۱۵، ۱۶۔
۲۴	النور	۴۱۔
۲۷	النمل	۸۰۔
۳۰	الروم	۵۲۔
۳۲	السجدہ	۲۱۔
۳۵	فاطر	۱۴، ۲۲۔
۳۶	یٰسٓ	۲۶۔
۴۰	المومن	۱۱، ۱۷، ۴۵، ۴۶، ۵۶۔
۴۱	حم سجدہ	۱۷، ۳۰
۴۲	الشوریٰ	۱۶۔
۴۳	الزخرف	۴۳۔
۴۴	الدخان	۲۔
۴۵	الجاثیہ	۶، ۹۔
۴۶	الاحقاف	۵، ۶، ۲۰۔
۴۷	محمد	۲۷۔
۴۹	الحجرات	۶۔
۵۲	الطور	۴۷، ۴۸۔
۵۳	النجم	۳، ۴۔
۵۶	الواقعہ	۶، ۶۱، ۸۸ تا ۹۴۔
۵۷	الحدید	۱۔
۵۹	الحشر	۱۔
۶۱	الصف	۱۔
۶۲	الجمعہ	۱۔
۶۴	التغابن	۱۔
۶۶	التحریم	۱۰۔
۶۷	الملک	۲، ۲۷۔
۶۹	الحاقہ	۳۲، ۳۵۔
۷۰	المعارج	۴۴۔
۷۱	نوح	۲۵۔
۷۷	المرسلات	۱۳، ۱۴، ۳۵، ۵۰۔
۷۸	النباء	۱۷، ۱۸، ۳۸، ۳۹، ۴۰۔
۷۹	النزعٰت	۳۵، ۴۶۔
۸۰	عبس	۳۴۔
۸۲	الانفطار	۱۵، ۱۷، ۱۸، ۱۹۔
۸۳	المطففین	۹، ۲۰۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سب کا مسلّمہ ہے کہ دین اسلام کا بنیادی و اوّلین ماخذ "القرآن" حفاظت الٰہی اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ٥ الحجر (بیشک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں ۱۵ : ۹) کی بناء پر نہ صرف الفاظ کی حد تک بلکہ معنوی حیثیت سے بھی اپنی اصلی و صحیح شکل و صورت میں موجود ہے جس کی تشریحات و وضاحتیں اور عملی نمونے سُنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم ہی ہیں جن کو محدثین نے جمع کیا ہے۔ ان کو جمع کرنے کی بنیادی وجہ ان جھوٹی احادیث کے گھڑے جانے کو بند کرنا تھا جو دشمنان اسلام مسلمانوں کے عقائد بگاڑنے اور ان میں پھوٹ ڈالنے اور نادان واعظین مسلمانوں میں خوف و شوق پیدا کرنے کے لیے جھوٹی و غلط باتیں حدیث و آثار کے نام سے عوام میں پھیلا رہے تھے جن میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا چنانچہ ہر محدث نے سب سے پہلے وہ لاکھوں باتیں جو حدیث یا آثار کے نام سے عوام میں مشہور تھیں جمع کیں مثلاً "امام بخاری" نے ۶ لاکھ، امام مُسلم نے ۴ لاکھ۔ مختصر یہ کہ ہر محدث نے لاکھوں احادیث و آثار جمع کئے پھر اپنے علم و بصیرت کی روشنی میں اپنی جمع کردہ احادیث میں سے صرف ان ہی کو اپنی کتابوں میں درج کیا جن کے راویوں کی ثقاہت ان کے اپنے معیار کے مطابق درست تھی۔

احادیث کی صحت کو جانچنے کا یہ طریقہ چونکہ یکطرفہ تھا اس لیے کسی محدث نے بھی اپنی تحریر کردہ احادیث کی عصمت کی بات نہیں کہی ہے۔ اس کی ایک وجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور محدث کے درمیان راویوں کی تعداد کم سے کم تین ہے وہ بھی صرف چند احادیث ہیں جن کو ثلاثیات کہا جاتا ہے جو صحیح بخاری میں صرف ۲۳ ہی ہیں۔ باقی احادیث میں راویوں کی تعداد چار سے لے کر آٹھ تک ہے۔ دوسرے معدودے چند کے سوا تمام احادیث بالمعنیٰ مروی ہیں باالالفاظ نہیں یعنی احادیث کے الفاظ وہ نہیں ہیں جو نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے بلکہ راویوں نے ان کو اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔
تیسرے تمام راوی ثقاہت میں یکساں و برابر نہیں تھے اس لئے جن احادیث کے راویوں کی ثقاہت ٹھیک معلوم ہوئی ان کو قوی قرار دیا گیا اور جن کے راویوں کی ثقاہت محل نظر ہوئی ان کو ضعیف قرار دیا گیا۔ اگر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکیدی ہدایات[1] اور اسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مطابق حدیث کے مضمون کو قرآن اور درایت کے اصولوں کی روشنی میں جانچ و پرکھ کر لکھا جاتا تو قوی و ضعیف کی بجائے صحیح و غلط، سچی و جھوٹی احادیث خود بخود الگ ہو جاتیں اور کسی کو بھی الہام، کشف، خواب، بشارت کے نام سے عقائد

---

۱ النساء ۹۴ - اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلو تو دوست و دشمن میں تمیز کرو اور جو تمہاری طرف سلام سے تقدیم کرے اسے فوراً نہ کہہ دو کہ تو مومن نہیں ہے۔ اگر تم دنیوی فائدہ چاہتے ہو تو اللہ کے پاس تمہارے لئے بہت سے اموال غنیمت ہیں۔ آخر اسی حالت میں تم خود بھی تو اس سے پہلے مبتلا رہ چکے ہو۔ پھر اللہ نے تم پر احسان کیا۔ لہٰذا تحقیق سے کام لو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

الحجرات ۶ - اے ایمان والو، اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کئے پر پشیمان ہو۔

ہدایت رسول - کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع ، (مسلم ج ۱ ص ۸) (آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی کہی ہوئی بات کو (بلا تحقیق) بیان کر دے یا لکھ دے)۔ (۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد رواۃ جو میری حدیثیں بیان کریں گے تم انہیں قرآن پر پیش کرنا جو قرآن کے موافق ہو اسے لے لینا اور جو موافق نہ ہو اسے رد کر دینا (سنن دار قطنی ۴/۲۰۹)۔ (۳) یہودیوں سے موسیٰؑ کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے ان کے متعلق بہت سی باتیں کہیں اور اس طرح افراط و تفریط کا شکار ہوئے کہ کافر ہو گئے۔ اسی طرح نصاریٰ سے عیسیٰؑ کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے بھی ان کے متعلق بہت سی باتیں کہیں اور افراط و تفریط میں مبتلا ہوئے اور کفر کیا۔ عنقریب میری طرف بھی منسوب بعض روایتیں عام ہوں گی۔ اگر میری کوئی حدیث تم کو پہنچے تو تم اللہ کی کتاب سامنے رکھنا اور دیکھنا اگر وہ اللہ کی کتاب کے موافق ہو تو سمجھ لینا میں نے ہی اسے کہا ہے اور اگر موافق نہ ہو تو جان لینا کہ میں نے اسے نہیں کہا ہے (طبرانی کبیر) روایت کے اصولوں کے لیے سیرۃ النبیؐ جلد اول از شبلی نعمانی بعنوان "روایت کی ابتداء" ملاحظہ کیجئے۔

میں شرک اور اعمال میں بدعات کا فساد پیدا کرنے کا موقع ہی نہ ملتا۔ چونکہ یہ قرآن و درایت کے اصولوں کے مطابق جانچ کئے بغیر جمع کی گئی ہیں اس لیے ان میں صحیح و غلط ملی ہوئی ہیں اس صورت حال میں سلامتی و ہدایت کی ایک ہی راہ رہ جاتی ہے کہ صرف ان ہی احادیث و آثار کو صحیح مانا جائے جو قرآن کے مطابق ہوں، عقل سلیم ان کے حق ہونے کو تسلیم کرے اور تجربہ و مشاہدہ میں درست ہوں۔

احادیث کے بارے میں یہ بات ذہن نشین رہنا بے حد ضروری ہے کہ متضاد و متخالف احادیث صرف اور صرف فقہی مسائل ہی میں ہیں جس کی وجہ نزول دین کی تکمیل کی ۲۳ سالہ مدت ہے لیکن عقائد کے معاملہ میں متضاد و متخالف احادیث ناممکن ہے کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی کتاب کے خلاف ہرگز کوئی بات نہیں فرما سکتے تھے اور نہ کوئی کام کر سکتے تھے۔ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ النجم (وہ نہیں بولتا اپنی خواہش نفس سے مگر وہ بولتا ہے وہی جس کی اس کو وحی کی جاتی ہے۔ القرآن ۵۳: ۳-۴) اس لیئے عقائد کے معاملہ میں ان ہی احادیث کو صحیح مانا جائے جو قرآن کے مطابق ہوں یا اس کی وضاحت کرتی ہوں۔ اور جو قرآن کے خلاف ہوں ان کو گھڑی ہوئی قرار دیا جائے۔

ملحوظ رہے کہ موروثی و مروجہ عقائد کا جواز قرآن سے نکال لینا کوئی مشکل نہیں لیکن یاد رکھیئے کہ یہ قرآنی حقیقت نہیں بن سکتی۔ کیونکہ یہ قرآن کی دیگر آیات سے ٹکراتی ہیں۔ کسی بات کے حق ہونے کو معلوم کرنے کے لیئے اللہ کی ہدایت یہ ہے کہ بالکلیہ خالی الذہن ہو کر اللہ سے دعا کرتے ہوئے اللہ کی کتاب ہی سے صحیح بات معلوم کرنے کی کوشش کی جائے۔ اسی ہدایت الہٰی کی خلاف ورزی کرنے ہی سے فرقے، گروہ بندیاں وجود میں آئی ہیں مثلاً فقہی مسائل میں مقصد (البقرہ – ۱۱۵[1]، ۱۴۸، ۱۷۷، ۲۰۳) کی بجائے طریقوں کو بنیادی اہمیت دینے سے

---

[1] البقرہ – ۱۱۵ – اور اللہ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی۔ سو جس طرف بھی تم رخ کرو اسی طرف ہے رخ اللہ کا۔ بے شک اللہ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

۱۴۸ – اور ہر ایک کے لئے ہے رخ کرنے کی ایک سمت کہ وہ منہ کرتا ہے اسی کی طرف۔ سو سبقت لے جاؤ تم نیکیوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸ پر)

حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اہل حدیث جماعت المسلمین اور احادیث کی آڑ میں شیعہ، مہدوی، صدیق دیندار اور تزکیۂ نفس و تطہیر قلب کے لیے چشتیہ، قادریہ سہروردیہ، نقشبندیہ طریقے ایجاد کئے گئے جن کا خلافِ سُنت ہونا سب کا مسلّمہ ہے۔ حالانکہ قبولیت کے لیے حصول کے طریقوں کا بھی صحیح ہونا یعنی سُنت کے مطابق ہونا لازمی شرط ہے اور لغت کی آڑ میں اہل قرآن وغیرہ فرقے اور گروہ بن گئے۔

قرآن علم کی کتاب ہے جس سے فائدہ صرف عقل ہی کی ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے جس سے ثابت ہوا کہ علم (قرآن) کی بات ہرگز عقل کے خلاف نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ کس قدر افسوس و ماتم کا مقام ہے کہ مسلمان قرآن ہی کو ڈھال بنا کر دنیا دار الاسباب میں بلا مادّی و ظاہری اسباب و ذرائع کے بھی نفع و نقصان پہنچنے کے عقائد میں مبتلا ہیں۔ اللہ کی کسی بات کا ہماری عقل کی گرفت میں نہ آنا ایک علیحدہ بات ہے کیونکہ ہماری قوتیں محدود ہیں اسی لیئے ایسی تمام باتوں کے پیچھے پڑنے سے تاکیداً منع کیا گیا ہے۔ (بنی اسرائیل ۳۶[1]، ۸۵) جس کی تدبر و تفکر کی آڑ میں خلاف ورزی کرنے سے گمراہیاں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷) میں جہاں کہیں بھی ہوگے تم، تم کو اللہ پالے گا اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔

البقرہ ۱۷۷ ۔ نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لئے یا مغرب کی طرف بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخرت اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے۔ نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔ اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے وفا کریں اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں راستباز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔

۲۰۳ ۔ یہ گنتی کے (یعنی حج کے دوران ایام تشریق میں منیٰ سے مکہ کی طرف واپسی کے سلسلہ میں) چند روز ہیں جو تمہیں اللہ کی یاد میں بسر کرنے چاہئیں پھر جو کوئی جلدی کر کے دو ہی دن میں واپس ہو گیا تو کوئی حرج نہیں اور جو کچھ دیر زیادہ ٹھہر کر پلٹا تو بھی کوئی حرج نہیں بشرطیکہ یہ دن اس نے تقویٰ کے ساتھ بسر کئے ہوں۔ اللہ کی نافرمانی سے بچو اور خوب جان رکھو کہ ایک روز اس کے حضور تمہاری پیشی ہونے والی ہے۔

[1] بنی اسرائیل ۳۶ ۔ کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ یقیناً آنکھ کان اور دل سب ہی کی (بقیہ حاشیہ صفحہ ۹ پر)

(واقعہ نمبر ۱)

پیدا ہوئی ہیں، مگر یاد رہے کہ اللہ کی کوئی بات بھی ہماری عقل کے ہرگز خلاف نہیں ہو سکتی۔ عقل کی گرفت میں صرف وہی بات آسکتی ہے جو دلیل سے ثابت ہو یا تجربہ و مشاہدہ میں درست نکلے۔

یہ اٹل حقیقت واقعہ ہمارے دل و دماغ میں نقش کالحجر کی طرح ہونا چاہیئے کہ اللہ کے کلام میں تضاد و اختلاف ناممکن ہے۔ (النساء[1] ۸۲) البتہ کسی بات کا ایک جگہ اجمالاً یا اشارتاً ذکر کیا گیا ہے تو دوسری جگہ اس کی تفصیل بھی دے دی گئی ہے اسی لیے کہا گیا ہے یفسّر القرآن بعضہ بعضاً (قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصّے کی تفسیر کرتا ہے) اور حالات کے مطابق قرآن کے احکام لاگو ہوں گے۔

یہ بھی عقل ہی کا بنیادی تقاضا ہے کہ جب ہم کسی بات کو تسلیم کرلیں (مسلّمات) تو پھر اس کے خلاف کوئی بھی بات، چاہے وہ کسی کی بھی ہو قبول نہ کی جائے مثلاً قانونِ الٰہی کو جب ہم تسلیم کرلیں تو پھر اس کے خلاف قرآن ہی کی کسی آیت کا مطلب و مفہوم لینا نہ صرف اپنی ناسمجھی کا ثبوت دینا ہے بلکہ قانونِ الٰہی کی رو سے دنیا میں لعنت کا اور آخرت میں عذاب شدید کا مستحق بننا ہے۔ (الشوریٰ[2] ۱۶)

جمہور کی جو بات بھی قرآنی دلیل یا حدیث (جو قرآن کے خلاف نہ ہو) پر مبنی ہو اس کو قبول کرنا ہر طالب حق کے لیے ضروری ہے لیکن ان کی جو بات قیاس یا تاویل، تعبیر، استخراج، استنباط پر مبنی ہو اس کا انکار کرنے سے کوئی گمراہ یا کافر نہیں ہو جاتا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸) باز پرس ہونی ہے۔

بنی اسرائیل ۸۵ — یہ لوگ تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں کہو "یہ روح میرے رب کے حکم سے آتی ہے مگر تم لوگوں نے علم سے کم ہی بہرہ پایا ہے۔"

[1] النساء ۸۲ — کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی جاتی۔

[2] الشوریٰ ۱۶ — اللہ کی دعوت پر لبیک کہے جانے کے بعد جو لوگ (لبیک کہنے والوں سے) اللہ کے معاملہ میں جھگڑے کرتے ہیں ان کی حجت بازی ان کے رب کے نزدیک باطل ہے اور ان پر اس کا غضب ہے اور ان کے لئے سخت عذاب ہے۔

مختصر یہ کہ کسی بات کو نہ تو محض موروثی و مروجہ عقائد کی بناء پر مان لینا چاہیے اور نہ محض قیاس و گمان کی بناء پر اس کا انکار کیا جائے بلکہ دلیل و ثبوت کی بناء پر تسلیم یا انکار کرنا چاہیئے۔

سب کا مسلّمہ ہے کہ عقیدہ کی بنیاد قرآن ہی کی آیت (یقینیات) یا ایسی حدیث جو قرآن کے خلاف نہ ہو بن سکتی ہے۔ مگر نہایت افسوس کی بات ہے کہ احادیث کی بناء پر ایسے عقائد گھڑ لیے گئے ہیں جو صریحاً قرآن کے خلاف ہیں مثلاً ایصال ثواب، سمع موتیٰ، نظر بد، جادو، تعویذ و دم، نحوست و برکت، دعاؤں میں واسطہ، وسیلہ وغیرہ۔ عذاب قبر یا برزخ کا معاملہ ایسے عقائد ہیں جن کا قرآن میں ادنیٰ سا اشارہ بھی نہیں ہے بلکہ بار بار حشر کے دن فیصلہ کیے جانے کے بعد بدلہ دیئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے عذاب قبر کی ہر بات چاہے وہ کسی کی بھی ہو خود بخود جھوٹ و غلط ثابت ہو جاتی ہے ایسی غلط و جھوٹ بات کا ماننا دراصل قرآن کو غلط و جھوٹ قرار دینے کے ہم معنیٰ ہے۔

قرآن میں انسان کی چار حالتوں دو موت، دو زندگیوں کا ذکر ہے (البقرہ ۲۸، المومن ۱۱)[1] ان حالتوں کے عالم بھی چار ہیں جن کے قوانین ایک دوسرے سے الگ اور مختلف ہیں۔ انسان کو ہر عالم میں اس کے لحاظ سے جسم عطا ہوتا ہے۔ دنیا میں مٹی سے بنا ہوا جسم جو موت کے بعد اسی مٹی میں مل جاتا ہے اور انسان دوسری حالت موت کے عالم (برزخ) میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ (الواقعہ ۶۱)[2] ہماری پہلی حالت موت

---

[1] البقرہ - ۲۸ — تم اللہ کے ساتھ کفر کا رویہ کیسے اختیار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے اس نے تم کو زندگی عطا کی پھر وہی تمہاری جان سلب کرے گا، پھر وہی تمہیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا پھر اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

المومن — ۱۱ — وہ کہیں گے اے ہمارے رب تو نے واقعی ہمیں دو دفعہ موت اور دو دفعہ زندگی دے دی۔ اب ہم اپنے قصوروں کا اعتراف کرتے ہیں کیا اب یہاں سے نکلنے کی بھی کوئی سبیل ہے۔

[2] الواقعہ - ۶۱ — اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری شکلیں بدل دیں اور کسی ایسی شکل میں تمہیں پیدا کر دیں جس کو تم نہیں جانتے۔

جس سے ہم سب دو چار ہو چکے ہیں دُنیا میں آنے سے پہلے کی ہے جس میں اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (الاعراف ۱۷۲ ؎۱) (کیا میں تمہارا پروردگار (حاجت روا) نہیں ہوں) کے جواب میں ہم سب نے قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا (بیشک آپ ہی ہمارے بلا شرکت غیرے تنہا حاجت روا ہیں) اقرار کیا ہے اور ایک دوسرے کے اقرار کے گواہ بھی بنے ہیں۔ یہ اقرار روحوں سے نہیں بلکہ ذُرِّيَّتِ اٰدَمَ (آدم کی اولاد یعنی جسم و جان کے مرکب) سے لیا گیا۔ اسی لیے ہی تو فرمایا گیا ہے کہ "حشر کے دن تم اپنے اس اقرار کا انکار نہ کر سکو گے" (الاعراف ۱۷۲) اس کو حالت موت اس لیئے فرمایا گیا ہے کہ وہاں ہم کو کوئی عمل کرنا نہ تھا۔ ہماری دوسری حالت جس کو حیات فرمایا گیا ہے وہ اس دنیا میں پیدا ہونے کے بعد سے موت تک کی ہے جس میں اپنے قول و عمل کے ذریعہ اپنے قَالُوْا بَلٰی کے اقرار اور طالب آخرت ہونے میں اپنے جھوٹے یا سچے ہونے کا ثبوت دینا ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ ۔ الملک ۲ (وہ اللہ ہی ہے جس نے موت و حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے)۔ یہی بات سورہ ہود آیت ۷ اور کہف آیت ۷ ؎۲ میں بھی کہی گئی ہے کیونکہ اس حالت میں ہمارے ہر فکر و عمل، قول و فعل کا بدلہ دیا جانے والا ہے اس لیے اس کو حیات فرمایا گیا ہے۔ ہماری تیسری حالت (دوسری موت) کے بعد سے حشر تک

؎۱ الاعراف ۱۷۲ — اور اے نبی لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب کہ تمہارے ربّ نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں" انہوں نے کہا "ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں ہم اس پر گواہی دیتے ہیں" یہ ہم نے اس لیے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ ہم تو اس بات سے بے خبر تھے۔"

؎۲ ہود ۷ — اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ جب کہ اس سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا۔ تاکہ تم کو آزما کر دیکھے تم میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ اب اگر اے نبی تم کہتے ہو کہ لوگو مرنے کے بعد تم دوبارہ اٹھائے جاؤ گے تو منکرین فوراً بول اٹھتے ہیں کہ یہ تو صریح جادوگری ہے۔

الکھف ۷ — واقعہ یہ ہے کہ یہ جو کچھ سر و سامان بھی زمین پر ہے اس کو ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ ہم ان لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔

کی ہے اس حالت کو موت فرمایا گیا ہے۔ یہی وہ حالت ہے جس کے متعلق شیطان نے ایسے غلط اور جھوٹے عقائد پیدا کر دیئے ہیں جن سے اللہ کی سبحانیت، ربوبیت اور رحیمیت پر حرف آتا ہے[1]۔ اس حالتِ موت میں کبھی ہم کو عمل نہیں کرنا ہے یعنی یہ حالت بھی پہلی حالتِ موت کی سی ہے جو محض انتظار کی سی ہے۔ اس حالتِ موت میں ہم کو ہمارے اعمال کے بدلے میں عذاب و ثواب دیئے جانے کی بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ جبکہ اللہ نے دو ٹوک الفاظ میں حشر کے دن فیصلہ کے بعد ہم کو ہمارے فکر و عمل کا بدلہ دینے کی بابت فرمادیا ہے۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ۔ آل عمران ۱۸۵ (ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ پورے دیئے جاؤ گے تم تمہارے بدلے دن قیامت کے) اسی بات کو البقرہ ۲۸۱، آل عمران ۲۵، یونس ۴، طٰہ ۱۵، المومن ۱۷[2] میں بھی دوہرایا گیا ہے اور بھی بہت سی آیات سے

[1] (نوٹ): موت کے بعد کوئی زندگی نہیں بلکہ فنا ہو کر انسان عالم میں چلا جاتا ہے۔ جن لوگوں کا عقیدہ ہے کہ یہ روحانی یا مثالی زندگی ہے یا مردہ بزرگ دنیا والوں کی پکار سنتے اور ان کی مدد کرتے اور اللہ کے پاس ان کی سفارش کرتے ہیں تو یہ تمام باتیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ کے قطعی خلاف و ضد ہیں اور اسی طرح ایصالِ ثواب، نحوست و برکت، دعائیں وسیلہ و واسطہ وغیرہ بھی۔

[2] البقرہ ۲۸۱ — اس دن کی رسوائی و مصیبت سے بچو جبکہ تم اللہ کی طرف واپس ہو گے وہاں ہر شخص کو اس کی کمائی ہوئی نیکی یا بدی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر ظلم ہرگز نہ ہوگا۔

آل عمران ۲۵ — مگر کیا بنے گی ان پر جب ہم انہیں اس روز جمع کریں گے جس کا آنا یقینی ہے؟ اور اس روز ہر شخص کو اس کی کمائی کا بدلہ پورا پورا دے دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔

یونس ۴ — اسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے یہ اللہ کا پکا وعدہ ہے۔ بے شک پیدائش کی ابتدا وہی کرتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے ان کو انصاف کے ساتھ جزا دے اور جنہوں نے کفر کا طریقہ اختیار کیا وہ کھولتا ہوا پانی پئیں اور دردناک سزا بھگتیں اس انکارِ حق کی پاداش میں جو وہ کرتے رہے۔

طٰہ ۱۵ — قیامت کی گھڑی ضرور آنے والی ہے میں اس کا وقت مخفی رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر متنفس اپنی سعی کے مطابق بدلہ پالے۔

المومن ۱۷ — آج ہر متنفس کو اس کمائی کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کی تھی۔ آج کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا اور اللہ حساب لینے میں بہت تیز ہے۔

ثابت ہے کہ حشر کے دن فیصلہ کے بعد ہی دنیا میں کئے ہوئے فکر و عمل کا بدلہ ملے گا۔ یہاں تفتیش والی بات بھی نہیں کہی جا سکتی کیونکہ موت کے وقت اور موت کے ساتھ ہی غیب کا معاملہ بالکلیہ ختم ہو جاتا ہے چنانچہ مرتے وقت (الانعام ۹۳، الانفال ۵۰، النحل ۲۸-۳۲، محمدؐ ۲۷) ہی اور موت کے بعد (یٰسٓ ۲۶، المومن ۴۶) انسان کو اس کا ابدی ٹھکانہ بتا دیا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ حشر کے دن ہاتھ، پاؤں، زبان، بصارت و سماعت، جلد، زمین، نامۂ اعمال اور فرشتوں کی گواہی کے بعد ہی ہم کو ہمارے اعمال کا بدلہ دیئے جانے

---

[۱] الانعام ۹۳ - اور اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹا بہتان گھڑے، یا کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے درآنحالیکہ اس پر کوئی وحی نازل نہ کی گئی ہو۔ یا جو اللہ کی نازل کردہ چیز کے مقابلہ میں کہے کہ میں بھی ایسی چیز نازل کر کے دکھا دوں گا؟ کاش تم ظالموں کو اس حالت میں دیکھ سکو جب کہ وہ سکرات موت میں ڈبکیاں کھا رہے ہوتے اور فرشتے ہاتھ بڑھا بڑھا کر کہہ رہے ہوتے ہیں "لاؤ نکالو اپنی جان آج تمہیں ان باتوں کی پاداش میں ذلت کا عذاب دیا جائے گا جو تم اللہ پر تہمت رکھ کر ناحق بکا کرتے تھے اور اس کی آیات کے مقابلہ میں سرکشی دکھاتے تھے۔"

الانفال ۵۰ - کاش تم اس حالت کو دیکھ سکتے جب کہ فرشتے مقتول کافروں کی روحیں قبض کر رہے تھے وہ ان کے چہروں اور ان کے کولھوں پر ضربیں لگاتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے "لو اب جلنے کی سزا بھگتو۔"

النحل ۲۸ - ہاں انہی کافروں کے لئے جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہوئے جب ملائکہ کے ہاتھوں گرفتار ہوتے ہیں تو (سرکشی چھوڑ کر) فوراً ڈگیں ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں "ہم تو کوئی قصور نہیں کر رہے تھے" ملائکہ جواب دیتے ہیں کر کیسے نہیں کر رہے تھے اللہ تمہارے کرتوتوں سے خوب واقف ہے۔"

۳۲ - وہ متقین جن کی روحیں پاکیزگی کی حالت میں جب ملائکہ قبض کرتے ہیں تو کہتے ہیں "سلام ہو تم پر، جاؤ جنت میں اپنے اعمالوں کے بدلے۔"

محمدؐ ۲۷ - پھر اس وقت کیا حال ہو گا جب فرشتے ان کی روحیں قبض کریں گے اور ان کے منہ اور پیٹھوں پر مارتے ہوئے انہیں لے جائیں گے۔

[۲] یٰسٓ ۲۶ - (آخر کار ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا اور) اس شخص سے کہہ دیا گیا کہ "داخل ہو جا جنت میں۔" اس نے کہا "کاش میری قوم کو یہ معلوم ہوتا کہ میرے رب نے کس چیز کی بدولت میری مغفرت فرما دی۔

المومن ۴۶ - دوزخ کی آگ ہے جس کے سامنے صبح و شام وہ پیش کئے جاتے ہیں اور جب قیامت کی گھڑی آ جائے گی تو حکم ہو گا کہ آلِ فرعون کو شدید تر عذاب میں داخل کرو۔

کا فیصلہ کیا جائے گا۔ ثبوت و گواہ و شہادت فراہم ہوتے یا اقبال جرم کے بعد تفتیش نہیں کی جاتی اور فیصلہ سے پہلے سزا دینا دُنیا میں بھی ایک سنگین جرم مانا جاتا ہے مگر یہ کس قدر افسوس و ماتم کا مقام ہے کہ عذاب قبر یا برزخ کے نام سے یہی الزام اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے جس کا احساس ہونا تو بہت دور کی بات ہے بلکہ اس کو قرآنی آیات کی بعید تاویل کر کے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ملحوظ رہے کہ یہاں اللہ کی قدرت و اختیار زیر بحث نہیں بلکہ جزاء کا وہ فیصلہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بار بار خبردار کیا ہے۔

عذاب قبر کے دلائل کا جائزہ :

عذاب قبر یا عذاب برزخ کی اکثر احادیث میں صرف جسمانی یا بدنی عذاب ہی کا تذکرہ ہے حالانکہ جسم کیڑے وغیرہ کھا لینے سے مٹی میں مل جاتا ہے یا پرندے یا درندے کھا لیتے ہیں یا جلا کر راکھ پانی میں بہا دی جاتی ہے اس لیے بعض احادیث کی بناء پر روح کو عذاب دیئے جانے کی بات کہی جاتی ہے جو صریحاً قرآن کے خلاف ہے کیوں کہ ایک تو روح کو مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (بنی اسرائیل ۸۵[۱]) (میرے رب کے حکم سے ہے) دوسرے اس حالت کو حالتِ موت کہا گیا ہے روحانی حالت نہیں۔ تیسرے حالتِ موت میں عذاب دیئے جانے کی بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے جبکہ بے ہوش انسان آپریشن کرتے وقت کوئی تکلیف محسوس نہیں کرتا۔ چوتھے اس حالت موت میں بھی انسان زندہ ہی رہتا ہے اس زندگی کو دنیا والے نہیں سمجھ سکتے فرمایا گیا ہے۔ (البقرہ ۱۵۴، آل عمران ۱۶۹)[۲]۔ پانچویں موت کے ساتھ انسان جس عالم میں منتقل کیا جاتا ہے اس عالم کو دنیا والے نہیں جانتے فرمایا گیا ہے۔ (الواقعہ ۶۱)[۳]

---

[۱] بنی اسرائیل ۸۵۔ (دیکھئے صفحہ ۹ پر)

[۲] البقرہ ۱۵۴۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا۔

آل عمران ۱۶۹۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں۔

[۳] الواقعہ ۶۱۔ (دیکھئے صفحہ ۱۰ پر)

ملحوظ رہے کہ عذاب قبر یا عذاب برزخ کی کسی بھی حدیث میں قرآنی آیت کا حوالہ نہیں ہے آخر ایسا کیوں؟ حالانکہ یہ معاملہ عقیدہ کا ہے اگر عذاب قبر یا برزخ کی بات حقیقت واقعہ ہوتی تو لازماً عذاب قبر کی احادیث میں قرآنی آیات کے حوالے ضرور ہوتے لیکن ہمارے علماء و رہنما ہیں کہ عذاب قبر یا عذاب برزخ کی تائید و ثبوت میں قرآنی آیتیں پیش کرتے ہیں جن کو پیش کرنے سے پیشتر قرآن سے متعلق سب سے اہم و بنیادی اٹل حقیقت واقعہ نقش کالحجر کی طرح ہمارے ذہنوں میں مستحضر رہنا لازمی و ضروری ہے وہ یہ ہے کہ قرآن تضاد بیانی سے قطعی پاک ہے۔ اس امر واقعہ کی بناء پر یہ اصول بنا کہ قرآن کے کسی لفظ یا آیت کا ایسا مطلب جو دیگر قرآنی آیات سے ٹکراتا ہو قطعاً غلط و جھوٹ ہے بالخصوص وہ مطلب جو اللہ کے مقرر کردہ قانون کے خلاف ہو تو اس سے جرم کی سنگینیت بہت ہی بڑھ جاتی ہے کیوں کہ یہ تو قرآن کو قرآن سے ٹکرانا ہوا۔ دوسرے قرآن میں نہ صرف تضاد و اختلاف بیانی کا ثبوت فراہم کرنا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ "سبحان" پر تضاد و اختلاف بیانی کا الزام لگانا ہے اور ایسا کرنے کو یَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا ۚ (اعراف ۴۵، ہود ۱۹، ابراہیم ۳) (اللہ کی کتاب میں وہ ٹیڑھ (کجی) تلاش کرتے ہیں) اور یُجَادِلُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ (المومن ۵۶، ۶۹) (ہماری آیتوں میں وہ جھگڑے نکالتے ہیں) فرمایا ہے اور ایسا کرنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکیداً منع فرمایا ہے "اللہ کی کتاب کے ایک حصہ سے اس کے دوسرے حصہ کے خلاف استدلال کی وجہ سے ہی تم سے پہلے کے لوگ ہلاک ہو چکے ہیں اور حقیقت میں اللہ کی کتاب کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی تصدیق کے لیے نازل کیا گیا ہے اس لیے تم ایک

ؔ اعراف ۴۵ ـ (اللہ کی لعنت ان ظالموں پر) جو اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکتے اور اسے ٹیڑھا کرنا چاہتے تھے اور آخرت کے منکر تھے۔

ہود ۱۹ ـ (اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر) ان ظالموں پر جو اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں اس کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہیں اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

ابراہیم ۳ ـ (سخت تباہ کن سزا ہے قبول حق سے انکار کرنے والوں کے لیے) جو دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ جو اللہ کے راستے سے لوگوں کو روک رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ راستہ (ان کی خواہشات کے مطابق) ٹیڑھا ہو جائے یہ لوگ گمراہی میں بہت دور نکل گئے ہیں۔

حصہ سے دوسرے حصہ کی تردید نہ کرو اور اللہ کی کتاب کے جس حصہ کو تم سمجھ لو اس کو بیان کرو اور جس کو نہ سمجھ سکو تو اللہ کے سپرد کر دو۔" (مسند احمد)

عذاب قبر یا برزخ کے ثبوت و تائید میں پیش کی جانے والی آیات قرآنی :

۱۔ مِمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْصَارًا ۲۵ نوح۔ (وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کئے گئے پھر دوزخ کی آگ میں ڈالے گئے اور اللہ کے سوا انہوں نے کوئی اور مددگار نہیں پایا)۔ فَأُدْخِلُوا (پس داخل کئے گئے) ماضی کا صیغہ ہونے کی بنا پر "آگ میں ڈالے گئے" کا مفہوم لیا گیا ہے۔ حالانکہ مستقبل کی بات کو یقینی و اٹل بتانے کے لیے صیغہ ماضی کا استعمال قرآن میں متعدد جگہ ہوا ہے[1]۔ اس لیے صیغہ ماضی عذاب قبر کی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ اس سے قرآن میں تضاد بیانی ثابت ہوتی ہے۔ یعنی حشر کے دن فیصلہ کے بعد جزاء دیئے جانے کے خلاف ہے۔ اگر صیغہ ماضی (داخل کئے گئے) کی بجائے مستقبل (داخل کئے جائیں گے) کے معنی لینے سے قرآن میں کوئی اشکال پیدا ہی نہیں ہوتا چنانچہ تدبر قرآن میں (مفسر علامہ امین احسن اصلاحی) "اس دنیا میں وہ پانی میں ڈوبے اور آخرت میں وہ دوزخ کی آگ میں پڑیں گے۔" لکھا گیا ہے۔ دوسرے حرف "ف" کی بلاغت کو قطعی نظر انداز کیا گیا ہے۔ چنانچہ حرف "ف" کا استعمال عموماً طول کلام اور تکرار کو حذف کرنے کے لیے ہوتا ہے مثلاً فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ۵۰ المرسلات (تو پھر اس کے بعد اور کون سی بات پر ایمان لائیں گے) اور سورہ الجاثیہ کی آیت ۶۔ یہاں حرف "ف" "حشر کے دن فیصلہ کے بعد" کے الفاظ کی بجائے لایا گیا ہے کیوں کہ حشر کے دن فیصلہ کی بات اس قدر معروف ہے کہ یہاں دوبارہ ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس طرح قرآن میں نہ تضاد بیانی ہوگی اور نہ کسی غلط عقیدہ کو تائید ہی ملے گی جس کی تصدیق آل فرعون کو حشر کے دن فیصلہ کے بعد ہی سخت عذاب میں داخل کیا جائے گا (المومن ۴۶) سے

---

[1] أَتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ (النحل ۱) (آیا اللہ کا حکم) (۲) حَاقَ (ہود ۸) (گھیر لیا) (۳) سَبَّحَ (الحدید ۱، الحشر ۱، الصف ۱) (پاکی بیان کیا) ہر مفسر نے ان کا مطلب ماضی کی بجائے حال مستقبل کا ہی لیا ہے۔

ہو جاتی ہے۔ آیت کے لفظ "نارًا" سے صرف دوزخ کی آگ ہی مراد ہوسکتی ہے کیونکہ آگ کا ذکر دوزخ کے ساتھ مخصوص ہے چونکہ عذاب قبر کی کسی حدیث میں بھی آگ کے عذاب کا ذکر نہیں ہے۔ فیصلہ سے پہلے آگ میں ڈالے جانے کی بات سے اللہ پر ظلم کا الزام عائد ہوتا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذٰلک)۔

قرآن ہی سے ثابت ہے کہ قوم نوح اور آل فرعون کو پانی میں غرق کیا گیا ان کے عذاب کی یکسانیت ان کے جرم کی یکسانیت پر دال ہے اس لیے غرق کئے جانے کے بعد ان دونوں کے ساتھ یکساں و مساوی سلوک کرنا عدل و رحمت کا عین تقاضا تھا اس کی بجائے قوم نوح غرق ہونے کے ساتھ ہی آگ میں داخل کر دی گئی لیکن آلِ فرعون غرق کئے جانے کے بعد ہی آگ میں داخل نہیں کئے گئے بلکہ حشر تک نہیں کئے جائیں گے۔ غور کیجئے کہ عذابِ قبر ماننے سے قرب قیامت مرنے والے مجرموں کے مقابلہ میں قوم نوح کا لاکھوں سال تک آگ میں جلتے بھنتے رہنا، قوم نوح کا برزخی زندگی سے محروم رکھنا بھی ماننا پڑے گا۔ قوم نوح کو حشر کے دن کیا آگ سے نکال کر فیصلہ کے لیے میدان حشر میں لایا جائے گا؟ اس لیے اس آیت کو عذاب قبر کی تائید میں پیش کرنا غلط ہے۔

(۲) وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓىٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ (۹۳) الانعام۔ (اور کاش آپ دیکھتے کہ جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے ہاں اپنی جانیں نکالو آج تم کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس وجہ سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے تعلق سے جھوٹی باتیں کہتے تھے۔ اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے تھے)۔ وَلَوْ تَرٰۤى تا اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ کے جملوں میں بالکلیہ موت کے وقت کی حالت کا بیان ہے اس بات کو سورہ انفال آیت ۵۰، النحل ۲۸، سورہ محمد ۲۷ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ لفظ اَلْیَوْمَ

---

[1] الانفال ۵۰ ۔ دیکھئے صفحہ ۱۴ حاشیہ۔
النحل ۲۸ ۔ دیکھئے صفحہ ۱۴ حاشیہ۔
محمد ۲۷ ۔ دیکھئے صفحہ ۱۴ حاشیہ۔

سے وفات کا دن مُراد لے کر اس کو عذابِ قبر کے ثبوت میں پیش کرنا صحیح نہیں کیونکہ اَلْیَوْمَ کا لفظ قیامت اور حشر کے لیے متعدد جگہ استعمال ہوا ہے مثلاً الحاقہ ۳۵، المعارج ۴۴، المرسلات ۱۳-۱۴-۳۵، سورہ النبا ۱۷-۱۸-۳۸-۳۹-۴۰، النازعات ۳۵-۴۶، عبس ۳۴ میں تو بالخصوص قیامت اور حشر ہی کے لیے یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ اَلْیَوْم کی وضاحت یَوْمُ الْفَصْلِ، یَوْمَ التَّغَابُنِ، یَوْمٌ عَظِیْمٌ یَوْمُ الدِّیْنِ، یَوْمُ الْحِسَابِ کے ذریعہ قرآن میں موجود ہے چنانچہ اسی دن سے ڈرایا گیا ہے (مریم ۳۹، الفطار ۱۵-۱۷-۱۸-۱۹)[1] اَلْیَوْمَ سے حشر کا دن مراد لینے میں کوئی اشکال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ حشر کے دن فیصلہ کے بعد ہی جزاء دینے کی تصدیق ہوتی ہے۔ ان وضاحتوں کی موجودگی میں اَلْیَوْمَ سے قبر یا برزخ مراد لینا تاویل نہیں بلکہ تحریف ہے۔

عَذَابَ الْهُوْنِ کے الفاظ سورہ الاحقاف آیت ۲۰ اور سورۃ الجاثیہ ۹ میں دوزخ ہی کے عذاب کے لیے آئے ہیں البتہ سورہ حٰمٓ السجدہ کی آیت ۱۷ میں عَذَابِ الْهُوْنِ کے الفاظ دُنیا کے عذاب کے لیے آئے ہیں لیکن عذاب قبر یا برزخ کے لیے قرآن میں کہیں بھی نہیں ہیں۔ مندرجہ بالا سے واضح ہو جاتا ہے کہ عذاب قبر یا برزخ کی تائید میں یہ آیت پیش نہیں کی جا سکتی۔

(۳) وَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ الطور ۴۷۔ (اور ان ظالموں کے لیے قبل اس (جو آخرت میں دیا جائے گا) کے بھی (دنیا میں)

[1] مریم ۳۹ ـ آخر کار ہم ہی زمین اور اس کی ساری چیزوں کے وارث ہوں گے۔

الفطار ۱۵ ـ جزاء کے دن وہ اس میں داخل ہوں گے۔

۱۷ ـ اور تم کیا جانتے ہو کہ وہ جزاء کا دن کیا ہے۔

۱۸ ـ ہاں تمہیں کیا خبر کہ وہ جزاء کا دن کیا ہے۔

۱۹ ـ یہ وہ دن ہے جب کسی شخص کے لیے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہ ہوگا۔ فیصلہ اس دن بالکل اللہ کے اختیار میں ہوگا۔

عذاب ہے لیکن ان میں اکثر کو معلوم نہیں) لفظ عَذَابًا سے دنیا ہی میں عذاب دیئے جانے پر تمام مفسرین متفق ہیں دُوْنَ کا اشارہ آخرت کے عذاب کی طرف اور ذٰلِكَ کا اشارہ دنیا کے عذاب کی طرف ہے جس کی وضاحت وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ السجدہ ۲۱ (اور آخرت کے بڑے عذاب سے پہلے ہم اسی دنیا (اسی زندگی میں) میں (کسی نہ کسی چھوٹے) عذاب کا مزہ انہیں چکھاتے رہیں گے تاکہ یہ اپنی روش سے باز آجائیں) یہاں بھی عذاب سے مراد عذاب قبر نہیں بلکہ موت سے پہلے دنیا ہی کا عذاب ہے۔ اگر عذاب قبر مراد ہوتا تو عَذَابَ الْاَكْبَرُ نہیں فرمایا جاتا۔ کیونکہ قرآن ہی سے ثابت ہے کہ عذاب اکبر تو صرف دوزخ ہی میں دیا جائے گا

آیت زیر بحث اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (ان میں اکثر نہیں جانتے) کے جملے سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ ان میں سے تھوڑے لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی روش سے باز آکر مان لیں گے جس سے ان کا شمار ظالموں میں نہ ہوگا۔ اس طرح وہ قانون الٰہی کے تحت دنیا میں عذاب الٰہی سے محفوظ رکھے جائیں گے۔ غرض اس آیت کو عذاب قبر یا برزخ کی تائید میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔ (کمرر عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہات کے باوجود تفسیر، تخریج، تاویل، تعبیر و استنباط کے ذریعہ قرآنی آیات کے الفاظ کا ایسا مفہوم و مطلب لیا گیا ہے جو قرآن کی دیگر آیات سے ٹکراتا ہے اسی وجہ سے امت مسلمہ میں فرقے پیدا ہوگئے ہیں اور عوام الناس ایسے عقائد میں مبتلا ہو گئے ہیں جن سے اللہ کی سبحانیت و ربوبیت داغدار ہوتی ہے چنانچہ عذاب قبر کی بات بھی اللہ کے قانون جزاء حشر کے دن فیصلہ کے بعد اعمال کا بدلہ دیا جائے گا کے خلاف ہے۔)

(۴) فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ المومن۔ (پس اللہ نے اس (مرد مومن) کو فرعونیوں کے مکر و فریب سے بچالیا اور آل فرعون کو بڑے عذاب (غرق) نے گھیر لیا۔ وہ (آل فرعون) صبح و شام آگ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن حشر برپا ہوگا (حکم ہوگا) کہ آل فرعون کو سخت

عذاب میں داخل کرو) ان آیات کو عذاب قبر (برزخ) کی سب سے اہم و قوی ترین دلیل قرار دیا جاتا ہے۔ قارئین غور کریں کہ النّار سے عَشِیّاً تک کے الفاظ سے کیا ثابت نہیں ہے کہ آلِ فرعون صبح و شام حشر تک صرف آگ کے سامنے پیش کئے جاتے رہیں گے۔ اور آگ میں نہیں ڈالے جائیں گے۔ آگ کے سامنے پیش کیا جانا اور آگ میں ڈالا جانا کیا یہ دونوں کسی طرح بھی مساوی و برابر ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

(۱) "جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کی ابدی قیام گاہ اسے صبح و شام دکھائی جاتی ہے خواہ وہ جنتی ہو یا دوزخی۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تمہاری ہونے والی ابدی قیامگاہ ہے جبکہ تمہیں اللہ تعالیٰ حشر کے دن دوبارہ اٹھائے گا۔" (تفہیم البخاری حدیث ۱۲۸۹)

(۲) "جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا ٹھکانا صبح و شام اس کے سامنے کیا جاتا ہے اگر وہ جنتی ہے تو جنت دکھائی جاتی ہے اور اگر وہ دوزخی ہے تو دوزخ دکھائی جاتی ہے پھر کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے جہاں تو حشر کے دن بھیجا جائے گا۔ (صحیح مسلم جلد ششم)

یہاں ایک غلط بات یہ کہی جاتی ہے کہ آلِ فرعون کو پانی میں غرق کیا گیا اس لیے عذاب ان کی روحوں کو دیا جاتا ہے جو قطعی غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آلِ فرعون کی روحوں کو نہیں بلکہ آلِ فرعون (جسم و جان کے مرکب) کو آگ کے سامنے پیش کئے جانے کی بات فرمائی ہے۔ اَشَدَّ الْعَذَاب کی بناء پر یہ قیاس کر لیا گیا ہے کہ اَشَدَّ الْعَذَاب سے پہلے برزخ میں ہلکا یا کم عذاب ہو رہا ہے جو نہ صرف من گھڑت بات ہے بلکہ قرآن کے خلاف ہے۔ آگ کے سامنے پیش کیا جانا اگر واقعی عذاب ہوتا تو خود آیت ہی میں عذاب ادنیٰ، یا عذاب اصغر، یا عذاب خفیف کی ضرور صراحت ہوتی۔ چنانچہ آگ کے سامنے پیش کئے جانے کو اللہ تعالیٰ نے جب عذاب نہیں فرمایا ہے تو ہمارا اس کو عذاب قبر یا عذاب برزخ قرار دینا ہر لحاظ سے غلط ہی ہے۔ غور کیجئے مقدمہ عدالت میں پیش ہونے کے بعد فیصلہ تک ملزم جیل ہی میں رکھا جاتا ہے جس کو ملزم اپنے جرم کی سزا نہیں سمجھتا اور نہ قید کی اس مدت کو ملحوظ رکھتے ہوئے عدالت جرم کی سزا میں کوئی کمی کرتی۔ جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ فیصلہ تک قید کی یہ مدت ایک عبوری حیثیت رکھتی ہے لیکن ہمارے مفسرین و علماء اس قید کی مدت کو جرم کی سزا ثابت کرنے کی کوشش کرتے

ہیں چنانچہ آل فرعون کو حشر تک صبح و شام آگ کے سامنے لانے کی بات کو عذاب قبر یا برزخ قرار دے رہے ہیں۔ اس طرح فیصلہ سے پہلے عذاب دینے کا ایسا الزام اللہ پر عائد کر رہے ہیں جس سے دنیا کی تمام عدالتیں بری ہیں۔ عذاب قبر کی تائید و ثبوت میں ہمارے علماء قرآن کی جن آیتوں کو پیش کر رہے ہیں وہ سب کی سب مکہ ہی میں نازل ہو چکی تھیں۔ اگر ان آیتوں میں عذاب قبر کا ذرا سا بھی اشارہ ہوتا تو لازماً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیتوں کے حوالہ سے عذاب قبر کی بات بیان فرمائی ہوتی کیونکہ آپ سے بڑھ کر کلام الٰہی کا سمجھنے والا کوئی اور نہیں۔ اس لیے عذاب قبر کی احادیث میں قرآنی آیتوں کا حوالہ نہ ہونا جس بات کو مستلزم کرتا ہے وہ یہ کہ عذاب قبر یا برزخ کی بات قطعی غلط و جھوٹ ہے کیونکہ اس سے اللہ پر ظلم کرنے کا الزام عائد ہوتا ہے۔ (اُس فرعون کا جسم دُنیا میں آج بھی محفوظ ہے)

عذاب قبر کی تائید میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے ہمارے علماء کا قرآنی آیت پیش کرنا مستلزم کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیتیں یاد نہ تھیں یا ان کو پیش کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چوک گئے۔ یا ہمارے علماء کی قرآن فہمی و بصیرت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

ملحوظ رہے کہ یہاں اس پچھتاوے اور افسوس کا انکار نہیں جو ملزم کو اپنے جرم کی سزا دیکھنے سے ہوتا ہے چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان کے اپنے کرتوتوں کا انجام بد (رَاَوُا الْعَذَابَ) عذاب دیکھیں گے تو وہ اس قدر افسوس کریں گے اور پچھتاویں گے کہ جس کی وجہ سے ان کا چہرہ اندھیری رات کی طرح کالا ہو جائے گا (یونس ۲۷ - الملک ۲۷)[1] پچھتاوے کی یہ تکلیف دنیا میں جرم کی سزا میں نہ محسوب کی جاتی ہے نہ محسوب ہوتی ہے تو بھلا اس پچھتاوے کو عذاب قبر

---

[1] یونس ۲۷ : اور جن لوگوں نے برائیاں کمائیں ان کی برائی جیسی ہے ویسا ہی وہ بدلہ پائیں گے ذلت ان پر مسلط ہوگی کوئی اللہ سے ان کو بچانے والا نہ ہوگا۔ ان کے چہروں پر ایسی تاریکی چھائی ہوئی ہوگی جیسے رات کے سیاہ پردے ان پر پڑے ہوئے ہوں وہ دوزخ کے مستحق ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

الملک ۲۷ : پھر جب یہ اس چیز کو قریب دیکھ لیں گے تو ان سب لوگوں کے چہرے بگڑ جائیں گے جنہوں نے انکار کیا ہے۔

قرار دینا کیسے صحیح ہو گا؟

۵۔ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِلَّذِیْنَ کَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ط کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰھُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْھُمَا مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَّ قِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ ہ التحریم : ۱۰ (اللہ تعالیٰ انکار کرنے والوں کے لئے نوحؑ کی بیوی اور لوطؑ کی بیوی کا حال بیان فرماتا ہے وہ دونوں ہمارے صالح بندوں کی بیویاں تھیں مگر ان دونوں عورتوں نے اپنے شوہروں کا حق ضائع کیا تو دونوں پیغمبر اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اپنی بیویوں کے کچھ بھی کام نہ آسکے اور ان دونوں عورتوں کو حکم ہو گا کہ آگ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی داخل ہو جاؤ) آیت صاف بتا رہی ہے کہ یہاں حشر کے دن فیصلہ کے بعد آگ میں داخل کیے جانے کے حکم کا ذکر ہے۔ پھر اس کو برزخ کے عذاب کے ثبوت میں پیش کرنا صریحاً غلط استدلال ہے یہ آیت عذاب قبر کے ثبوت میں اسی وقت پیش کی جا سکتی تھی جب یہ بتایا جاتا کہ جن لوگوں کے ساتھ ان دونوں کو دوزخ میں داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا وہ بھی برزخ میں عذاب بھگت رہے تھے۔ یہاں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت نوحؑ کی بیوی حشر کے دن فیصلہ کے بعد ہی آگ میں داخل کی جائے گی۔ اس سے پہلے نہیں جس سے فَاُدْخِلُوْا نَارًا ہ (نوح ۲۵) (پس آگ میں داخل کئے گئے) سے عذاب قبر کو ثابت کرنے کی بات قطعی غلط ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ حضرت نوحؑ کی بیوی کے ساتھ جو سلوک کیا جائے گا وہی قوم نوحؑ کے ساتھ بھی ہونا چاہیئے جیسے قوم لوطؑ کے ساتھ حضرت لوطؑ کی بیوی بھی دُنیا ہی میں ہلاک کر دی گئی۔ اسی لئے اس آیت کو بھی عذاب قبر کی تائید میں پیش کرنا غلط ہے۔

۶۔ یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ج وَیُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ قف وَیَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ ہ ابراہیم : ۲۷۔ (ایمان والوں کو ان کے اقرار ایمان اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی بناء پر اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ اور اللہ گمراہ کرتا ہے ظلم (حق تلفی بالخصوص شرک) کرنے والوں کو اور اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے)۔ (ہدایت و گمراہی کا قانون بنانا اور اس کے مطابق بدلہ دینا

اللہ ہی کے اختیار و قدرت میں ہے)۔ چنانچہ ان اہل ایمان کے متعلق جنہوں نے اپنے ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کی ان کو دوزخ کی بھنک سننے سے بھی محفوظ رکھا جائے گا۔ (الانبیآء ۱۰۲، ۱۰۳)

اس آیت (ابراہیم : ۲۷) میں بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ سے مُراد کلمہ طیبّہ ہے جس کو اسی سورۃ کی آیت ۲۴ میں کَلِمَةً طَيِّبَةً (مضبوط بات) فرمایا گیا ہے۔ قارئین غور کریں کہ خود اللہ تعالیٰ نے صرف دنیا اور آخرت میں ثابت قدمی عطا کرنے کی وضاحت فرما دی ہے تو اس سے برزخ میں ثابت قدمی کیسے مُراد لی جا سکتی ہے حالانکہ برزخ عارضی و عبوری ہے اور آخرت حقیقی و ابدی، دونوں ایک نہیں ہو سکتے۔ اگر ثابت قدمی کا معاملہ برزخ میں بھی ہوتا تو ضرور اس کا بھی ذکر ہوتا کیونکہ قرآن کو غیب کے تعلق سے تفصیلی علم کی کتاب فرمایا گیا ہے۔ یہاں برزخ کا ذکر اس لیے نہیں کیا گیا کہ وہاں انسان حالت موت میں ہوتا ہے۔ حالت موت میں ثابت قدمی کی بات کیسے کہی جا سکتی ہے جبکہ بے ہوش انسان کے متعلق ثابت قدمی کی بات نہیں کہی جا سکتی۔ دنیا میں ثابت قدمی یہ ہے کہ قول ثابت کا اقرار کرنے والے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق دوزخ سے بچنے اور مغفرت و جنت کے مستحق بننے کی کوشش میں بلا اندیشۂ جانی و مالی نقصان و تکلیف کے مرتے دم تک لگے رہیں اور احیاناً کوئی خلاف ورزی ہو جائے تو فوری توبہ، کفارہ اور اصلاح کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ آخرت میں ثابت قدمی یہ ہے کہ ایمان والے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں کو اپنے تصوّرات سے زیادہ صحیح و درست پائیں گے جن کی بشارت فرشتے بھی دے رہے ہوں گے۔

۷۔ قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۖ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ۝ یٰسٓ : ۲۶ ۔ (کہا گیا اس کو داخل ہو جاؤ جنت میں۔ اس نے کہا اے کاش کہ قوم میری جانتی) یہاں بھی قِيلَ ادْخُلِ ۔ صیغہ ماضی ہے جو مستقبل میں واقع ہونے والی باتوں کو قطعی اور یقینی بنانے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یوں بھی قرآن میں مرتے وقت مرنے والوں کو مغفرت و جنت کی بشارت یا دوزخ کی وعید سنائی جاتی ہے۔ یہ نہیں کہ مرنے کے ساتھ ہی جنت یا دوزخ میں داخل کیا جاتا ہے یا روحوں کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے۔ (الانعام ۹۳،

الانفال ۵۰، النحل ۲۲، ۲۸، ۳۲، حٰم السجدۃ ۳۰، محمد ۲۷)[1]

تعجب ہے کہ برزخ میں نعمتوں کی زندگی کے ثبوت میں وہ آیت پیش کی جاتی ہے جس میں جنت میں داخل ہونے کا حکم بیان ہوا ہے کیا ان کو جنت سے نکال کر میدان حشر میں لایا جائے گا پھر فیصلہ کے بعد ان کو دوبارہ جنت میں داخل کیا جائے گا۔

رقِیْلَ اُدْخُلِ کے معنی "داخل ہو جاؤ کہا جائے گا" کے لینا ضروری ہے جس سے قرآن میں کوئی اشکال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ حشر کے دن فیصلہ کے بعد ہی جزاء ملنے کی بات کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ اگر داخل ہو جاؤ کا مطلب نہ لیا جائے تو قرآن میں اشکال پیدا ہوتا ہے اور حشر کے دن فیصلہ کی بات غلط قرار پاتی ہے جس سے قرآن میں تضاد بیانی ثابت ہوتی ہے۔ سورہ الواقعہ کی حسب ذیل آیت سے بھی "کہا جائے گا" کی بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ڏ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ الواقعہ۔ (اگر وہ مقربین میں سے ہے تو اس کے لیے آرام و راحت ہے اور اس کے لیے نعمتوں کی جنت ہے اور اگر وہ داہنے ہاتھ والوں میں سے ہوگا تو اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لیے امن و سلامتی ہے کہ تو داہنے ہاتھ والوں میں ہے اور اگر وہ جھٹلانے والوں اور گمراہوں میں سے ہوگا تو اس کی مہمانی کھولتے ہوئے پانی سے ہوگی اور اسے دوزخ میں داخل ہونا پڑے گا) ملحوظ رہے کہ ان آیتوں میں انسانوں کو ان کے اعمال کے مطابق جواب دہی جزاء ملنے والی ہے اس کا ذکر

---

[1] الانعام: ۹۳ دیکھیے صفحہ ۱۳ حاشیہ۔ الانفال: ۵۰ دیکھیے صفحہ ۱۳ حاشیہ۔

النحل: ۲۲۔ اللہ یقیناً ان کے سب کرتوت جانتا ہے چھپے ہوئے بھی اور کھلے ہوئے بھی وہ ان لوگوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا جو غرور نفس میں مبتلا ہیں۔

النحل ۲۸۔ دیکھیے صفحہ ۱۳ حاشیہ۔ النحل: ۳۲ دیکھیے صفحہ ۱۳ حاشیہ۔

حٰم السجدہ: ۳۰۔ جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو نہ غم کرو، اور خوش ہو جاؤ ان کو جنت کی بشارت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

محمد: ۲۷ دیکھیے صفحہ ۱۳ حاشیہ۔

ہے نہ کہ برزخ کا۔ اگر برزخ میں بھی یہی جزا مل رہی ہوتی تو پھر ان کا تذکرہ کرنا غیر ضروری ہوتا۔ جہنم یا جنت عالم برزخ کا نہیں بلکہ عالم آخرت کا ہی حصّہ ہے اس لیے عذاب قبر یا برزخ کی تائید میں ایسی آیتوں کو پیش کرنا۔ جن میں مرنے کے بعد عذاب و رحمت ملنے کا ذکر ہے صحیح نہیں۔ عذاب قبر کی احادیث کا جائزہ پیش کرنے سے قبل جس بنیادی، اٹل و اہم حقیقت کی طرف مکرر توجہ دلائی جاتی ہے وہ یہ کہ قرآن سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک) فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا - الطور : ۴۸ - (پس اے نبی آپ ہماری نگرانی و حفاظت میں ہیں) کی رو سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک صرف وحی الٰہی کی پیروی کرتے رہے جس کی الٰہی شہادت اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ الزخرف : ۴۳۔ (یقیناً آپ سیدھے راستہ پر ہی ہیں) اور وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ③ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ④ النجم ۔ (اور وہ (پیغمبر) نہیں بولتا اپنی خواہش نفس سے، وہ (پیغمبر) وہی کہتا ہے جس کی کہ اس کو وحی کی جاتی ہے) البتہ قرآنی احکام پر عمل کرنے کے طریقے وحی غیر متلو کے ذریعہ سکھلائے اور بتلائے گئے اور قرآن کے مجمل باتوں کی وضاحت کی گئی۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و اعمال قرآن کے ہرگز خلاف نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ اللہ نے فَتَبَيَّنُوْا (پس سچ بات معلوم کرنے کے لیے تحقیق کر لیا کرو) کا حکم دیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کو قرآن کی روشنی میں قبول و رد کرنے کی تاکیدی ہدایت فرمائی ہے۔ سُنی ہوئی بات (کہی ہوئی بات) (بلا تحقیق) بیان کرنے والے کو جھوٹا قرار دیا ہے اسی لیے علماء ربانی نے حدیث کے متن کی صحت کو جانچنے کے لیے درایت کے اصول مقرر کیے ہیں جن میں سب سے اہم و بنیادی اصول یہ ہے کہ جو احادیث قرآن کے خلاف اور تجربہ و مشاہدہ میں غلط ثابت ہوں اور وہ جن میں قرآنی سورتوں کے فضائل کا ذکر ہے وہ سب کی سب یقیناً گھڑی ہوئی ہیں (سیرۃ النبی جلد اوّل از شبلی نعمانی)

اس لیے عذاب قبر والی احادیث کی کثرت عذاب قبر کی صحت کی دلیل نہیں بن سکتی۔ جیسا کہ سایہ، سپٹ، جادو، تعویذ، جھاڑ، پھونک، دم، نظر بد اور نحوست و برکت کی باتیں جو ہزارہا سال سے ہر زمانے میں اور ہر جگہ عذاب قبر سے بھی زیادہ کثرت و تواتر کے ساتھ بیان ہوتی

چلی آرہی ہیں ان کو صحیح و درست نہیں مانا جا سکتا کیونکہ یہ نہ صرف قرآن کے خلاف بلکہ دنیا دارالاسباب میں قطعی جھوٹ و غلط ثابت ہو چکی ہیں۔

عذاب قبر والی احادیث مع جائزہ کے پیش ہیں

I ۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر دو قبروں پر ہوا۔ آپؐ نے ایک ٹہنی کے دو ٹکڑے کر کے دونوں قبروں پر لگاتے ہوئے فرمایا کہ ان قبر والوں میں سے ایک چغلی کی وجہ سے اور دوسرے پر پیشاب سے عدم احتیاط کی بناء پر عذاب ہو رہا ہے۔ جب تک کہ یہ ٹہنیاں ہری رہیں گی اللہ کی تسبیح کرتی رہیں گی جس کی وجہ سے قبر والوں کے عذاب میں کمی رہے گی۔

جائزہ : یہ حدیث کئی لحاظ سے قرآن کے صریح خلاف ہے۔

(۱) قرآن میں عذاب قبر کا کہیں بھی اشارہ نہیں ہے۔

(۲) وحی غیر متلو کی بات بھی نہیں کہی جا سکتی کیونکہ وحی غیر متلو کے ذریعہ وحی متلو (قرآن) کے احکام پر عمل کرنے کے طریقے بتلائے اور سکھلائے گئے ہیں۔

(۳) "یہ ٹہنیاں جب تک ہری رہیں گی تسبیح کرتی رہیں گی" کی بات قرآن کے صریح خلاف ہے کیونکہ قرآن میں تو کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی تسبیح، تعریف اور پاکی بیان کرنے میں ہر آن مصروف ہے کی بات فرمائی گئی ہے۔ (بنی اسرائیل : ۴۴، الحدید : ۱، الصف : ۱، الجمعہ : ۱، التغابن : ۱)[1] ان سے قبر کی مٹی کے تمام ذرات کا ہر آن مصروف تسبیح

---

[1] بنی اسرائیل ۴۴۔ اس کی پاکی تو ساتوں آسمان اور زمین اور وہ ساری چیزیں بیان کر رہی ہیں جو آسمان و زمین میں ہیں۔

النور ۴۱۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ پرندے جو پر پھیلائے اڑ رہے ہیں، ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ جانتا ہے اور یہ سب جو کچھ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے۔

الحدید ۱۔ اللہ کی تسبیح کی ہے ہر اس چیز نے جو زمین اور آسمانوں میں ہے اور وہی زبردست اور دانا ہے۔

الصف ۱۔ اللہ کی تسبیح کی ہے ہر اس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ غالب اور حکیم ہے۔

الجمعہ ۱۔ اللہ کی تسبیح کر رہی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ چیز جو زمین میں ہے۔ بادشاہ ہے نہایت مقدس زبردست اور حکیم۔

التغابن ۱۔ اللہ کی تسبیح کر رہی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ چیز جو زمین میں ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

و تعریف و پاکی بیان کرتے رہتا قطعی ثابت ہے۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن پر قرآن نازل ہوا ہے وہ قرآن کے صریح خلاف ہرگز ہرگز کوئی بات نہیں فرما سکتے۔

(۴) عذاب قبر کا معاملہ غیب کا ہے اور غیب کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر وحی کے ذاتی طور پر نہیں ہو سکتا چنانچہ آپؐ کے عالم الغیب ہونے کی قطعی نفی و تردید خود آپؐ کی زبانی قرآن میں موجود ہے۔ (الاعراف : ۱۸۸)[1]

(۵) پیشاب سے عدم احتیاط کے معاملے میں نہ صرف قرآن بلکہ احادیث بھی خاموش ہیں اس لیے یہ معاملہ محل غور ہی نہیں بلکہ محل نظر بھی ہے۔

(۶) چغلی پر جو عذاب دیا جائے گا اس کا ذکر تو قرآن میں موجود ہے۔ ملحوظ رہے کہ یہ عذاب حشر کے دن فیصلہ کے بعد آخرت میں دیا جائے گا قبر یا برزخ میں نہیں۔

(۷) خارجی امور سے اللہ کے مقرر کردہ عذاب میں کمی یا تخفیف ہونے کی بات دراصل اللہ کی فرمانروائی، قدرت و اختیار کے ناقص و کمزور ہونے پر دال ہے۔ اس لیے یہ حدیث گھڑی ہوئی ہے۔

II "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خچر پر سوار ایک ایسے باغ سے گزرے جس میں چند قبریں تھیں تو آپؐ کی سواری کا خچر بدک گیا جس پر آپؐ نے فرمایا ان قبروں پر عذاب ہو رہا ہے"۔

قبر میں عذاب ہونے کا علم غیب سے تعلق رکھتا ہے جس کے متعلق مندرجہ بالا حدیث میں وضاحت کر دی گئی ہے۔ دوسرے اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر والوں پر عذاب ہونے کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوا۔ کیا اللہ تعالیٰ کے رسول کی اس سے زیادہ کچھ اور توہین ہو سکتی ہے۔ تیسرے قبرستانوں میں عموماً جانور چرتے پھرتے ہیں لیکن کبھی یہ دیکھنے میں نہیں آیا کہ کوئی جانور بدک کر قبرستان سے بھاگ نکلا ہو اس لیے یہ حدیث بھی گھڑی ہوئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ "مردہ زندوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔"
یہ حدیث قرآن کے قطعی خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن میں تو یہ ہے کہ مردہ زندوں کی

[1] الاعراف ۱۸۸ — اے نبی ان سے کہو کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔ اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سے فائدے اپنے لئے حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ میں تو محض ایک خبردار کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں ان لوگوں کے لئے جو میری بات مانیں۔

پکار نہیں سُن سکتا۔ (سورہ الفاطر: ۱۴[1]) جس کے صحیح ہونے کا ثبوت سورہ یونس آیت ۲۸، ۲۹ ۔ النحل ۸۶[2] ۔ الاحقاف ۵ ، ۶ میں ہے جن میں صراحت کے ساتھ پیغمبروں اور بزرگان دین کے اقرار و اعتراف کو بیان کیا گیا ہے جن میں وہ دنیا والوں (زندوں) کی دعا، پکار، نذر و نیاز، درود و سلام سے اللہ کو گواہ بنا کر اپنی قطعی لاعلمی و بے خبری کا اظہار کریں گے ۔ اور اس بات کا بھی علم دے دیا گیا کہ دنیا والے (زندہ انسان) اپنی آواز و پکار دعا، نذر و نیاز فوت شدہ افراد کو نہ سُنا سکتے ہیں نہ پہنچا سکتے ہیں۔ (النمل ۸۰ ، روم ۵۲ ، الفاطر ۲۲[3])

بخاری میں سمع موتیٰ کی سب سے قوی ترین حدیث مقتولان بدر کی ہے جس کے متعلق

---

[1] الفاطر: ۱۴۔ انہیں پکارو تو وہ تمہاری دعائیں سُن نہیں سکتے اور سُن لیں تو ان کا تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے روز وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے۔ حقیقت حال کی ایسی صحیح خبر تمہیں ایک خبردار کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔

[2] یونس: ۲۸ ۔ جس روز ہم ان سب کو ایک ساتھ اپنی عدالت میں اکٹھا کریں گے۔ پھر ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا ہے کہیں گے کہ ٹھیر جاؤ تم بھی اور تمہارے بنائے ہوئے شریک بھی، پھر ہم ان کے درمیان سے اجنبیت کا پردہ ہٹا دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے کہ "تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے۔"

۲۹ ۔ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے کہ (تم اگر ہماری عبادت کرتے بھی تھے تو) ہم تمہاری اس عبادت سے بالکل بے خبر تھے۔

النحل: ۸۶ ۔ اور جب وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں شرک کیا تھا اپنے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے، اے پروردگار! یہی ہیں ہمارے وہ شریک جنہیں ہم تجھے چھوڑ کر پکارا کرتے تھے۔ اس پر ان کے وہ معبود انہیں صاف جواب دیں گے کہ "تم جھوٹے ہو"

[3] النمل: ۸۰۔ تم مُردوں کو نہیں سُنا سکتے نہ ان بہروں تک اپنی پکار پہنچا سکتے ہو جو پیٹھ پھیر کر بھاگے جا رہے ہوں۔

روم: ۵۲ ۔ (اے نبی) تم مُردوں کو نہیں سُنا سکتے نہ ان بہروں کو اپنی پکار سُنا سکتے ہو جو پیٹھ پھیرے چلے جا رہے ہیں۔

الفاطر: ۲۲ ۔ اور نہ زندے اور مُردے مساوی ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے سنواتا ہے۔ مگر (اے نبی) تم ان لوگوں کو نہیں سُنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔

خود بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فیصلہ موجود ہے "نبی کریمؐ بھی اپنی بات مُردوں کو نہیں سُنا سکتے" (النمل ۸۰، الروم ۵۲[1]) اور قبروں میں دفن شدہ کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات نہیں سُنا سکتے" (الفاطر ۲۲[2])، (حدیث ۱۱۵۷ کتاب المغازی تفہیم البخاری)

امام ابو حنیفہؒ نے ایک شخص کو دیکھا جو بزرگ کی قبر پر کھڑے ہو کر بزرگ کو پکار رہا تھا اس سے کہا کہ ایک زندہ جاوید پروردگار کو رکھتے ہوئے مردے کو پکارتا ہے جو زندوں کی آواز نہیں سُن سکتا۔ پھر آپ نے آیات قرآنی النمل ۸۰، الروم ۵۲، الفاطر ۲۲ پڑھ کر سُنائیں جو حنفی مسلک والوں کے لیئے لمحہ فکر ہے۔

IV ایک اور حدیث ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جتنے بھی ہولناک منظر میں نے دیکھے ہیں قبر ان سب سے ہولناک ہے"۔)

بوقت معراج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت و دوزخ کے مناظر دکھائے جانا سب کا مسلّمہ ہے اور یہ بھی کہ سب سے زیادہ شدید اور ہولناک مناظر تو صرف دوزخ ہی کے ہیں جن کا ذکر قرآن میں موجود ہے مثلاً عَذَابٌ اَلِيمٌ (دردناک عذاب) اَشَدَّ الْعَذَابِ (بے حد سخت عذاب) سُوْٓءَ الْعَذَابِ (بہت بُرا عذاب) عَذَابٌ غَلِيظٌ (بہت بڑا عذاب) عَذَابٌ شَدِيدٌ (شدید عذاب) عَذَابٌ عَظِيمٌ (بڑا عذاب) عَذَابَ الْاَكْبَرُ (سب سے بڑا عذاب)۔ ان ارشادات الٰہی کے ہوتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے عذاب کو سب سے زیادہ ہولناک کیسے فرما سکتے ہیں۔ دوزخ سے زیادہ قبر کے عذاب کی ہولناکی کی بات اس حدیث کے جھوٹے ہونے کا کھلا ثبوت ہے۔

V قبر میں مُردے کو فرشتے گرز سے مارتے ہیں۔ حالانکہ گرز سے مارنے کی بات تو صرف دوزخ کے لیے مخصوص ہے۔ (الحج ۲۱[3])

VI مُردے کو قبر اس قدر دباتی ہے کہ اس کی دونوں پسلیاں آپس میں مل جاتی ہیں۔ لیکن

---

[1] النمل ۸۰۔ صفحہ ۲۸ حاشیہ۔ الروم ۵۲ صفحہ ۲۸ حاشیہ۔

[2] الفاطر ۲۲ صفحہ ۲۸ حاشیہ۔

[3] الحج ۲۱ ۔ اور ان کی خبر لینے کے لیئے لوہے کے گرز ہوں گے۔

قرآن میں تو ستر گز لمبی زنجیر سے جکڑ کر انتہائی تنگ جگہ دوزخ میں ڈالے جانے کی بات بیان ہوئی ہے۔ (الحاقہ ۳۲[۱])

VII قبر میں زہریلے بچھو و سانپ ڈستے رہتے ہیں۔ قرآن میں ان باتوں کا ذرا سا بھی اشارہ نہیں ہے۔

VIII کافروں کی روحوں کو سجین میں اور نیک لوگوں کی روحوں کو علیین میں رکھا جاتا ہے حالانکہ قرآن میں علیین اس رجسٹر کو کہا گیا ہے جس میں نیک لوگوں کے اعمال لکھے ہوئے ہوتے ہیں اور سجین اس رجسٹر کا نام ہے جس میں مجرمین کے کارنامے لکھے جاتے ہیں (المطففین آیت ۹، ۲۰[۲])

الغرض عذاب قبر یا برزخ کی تمام باتیں قطعی گھڑی ہوئی ہیں کیونکہ یہ الٰہی قانون جزاء (حشر کے دن فیصلہ کے بعد ہی اعمال کی جزا دی جائے گی) کے قطعی خلاف ہے۔

منکر نکیر کے سوالات : قبر یا برزخ میں منکر، نکیر کا مَنْ رَبُّكَ (تیرا رب کون ہے) مَنْ نَبِيُّكَ (تیرا نبی کون ہے) اور مَا دِيْنُكَ (تیرا دین کیا ہے) کے سوالات کرنا اور ان کے صحیح یا غلط جوابات پر اس کو آخری ٹھکانہ جنت یا دوزخ دکھایا جانا خاص و عام کی زبان پر ہے جو ہر لحاظ سے غیر صحیح ہے۔ کیونکہ دنیا امتحان گاہ (الملک ۲، ہود ۷، الکہف ۷[۳]) اور مدت حیات وقت امتحان ہے جیسا کہ فرمایا گیا وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ (۹۹) الحجر (اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے یہاں تک کہ آپ کو موت آجاوے) سب کا مسلمہ ہے کہ سوال و جواب امتحان ہال ہی میں اور دوران امتحان ہی میں کئے اور دیئے جاتے ہیں جن کے مطابق نتیجہ نکلنے کی ایک تاریخ مقرر ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح دنیا ہی میں ہر انسان شعوری

---

[۱] الحاقہ ۳۲ ۔ پھر اس کو ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔

[۲] المطففین ۹ ۔ (سجین) (برے لوگوں سے متعلق) وہ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی۔

۲۰ ۔ (علیین) بلند پایہ لوگوں سے متعلق ایک کتاب لکھی ہوئی۔

[۳] الملک ۲ ۔ صفحہ ۱۱ متن میں سطر ۱۱۔

ہود ۷ ۔ صفحہ ۱۱ حاشیہ۔

الکہف ۷ ۔ صفحہ ۱۱ حاشیہ۔

یا غیر شعوری طور پر اپنے فکر، قول و عمل سے ان سوالات کے جوابات دے رہا ہے جس کا سلسلہ موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے جس سے قبر میں نماز پڑھنے یا انبیاء کی امامت کرنے کی باتیں غلط قرار پاتی ہیں۔ قرآن ہی سے یہ ثابت ہے کہ "کراماً کاتبین" اور دنیا کی ہر وہ چیز جس سے انسان کو سابقہ پڑتا ہے اور خود انسان کے ہاتھ، پیر، چمڑی، زبان ہر ایک چیز انسان کے متعلق گواہی دے گی۔ اور وہ آثار بھی قیامت تک برابر ریکارڈ ہوتے رہتے ہیں۔ جو انسان دُنیا میں چھوڑ آیا ہے۔ آثار کے ریکارڈ ہونے کی حقیقت واقعہ سے عذاب قبر کی نفی ہو جاتی ہے۔ قبر یا برزخ میں مُردہ کو دوبارہ زندہ کرنے کی بات بھی غلط ہے کیونکہ اس حالت کو اللہ نے موت فرمایا ہے اور دوبارہ زندہ اٹھانے کی بات تو صرف حشر کے دن ہی کے لیے مخصوص فرمائی گئی ہے۔ دوسرے حالت حیات میں امتحان لینے کے بعد حالت موت میں سوال و جواب کرنا "آزمودہ را آزمودن" والی بات قرار پاتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ قطعی پاک ہے اور سب سے اہم و بنیادی بات اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کے ہر وسوسے کا بذاتہٖ علم رکھنا وہ حقائق ہیں جس کے ہوتے ہوئے مرنے کے بعد قبر یا برزخ میں سوال و جواب کی بات من گھڑت قرار پاتی ہے۔ "دنیا میں مرنے کے بعد پھر تم حشر کے دن ہی دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے۔" (المومنون ۱۵، ۱۶[1]) کی بات سے عذاب قبر کی نفی ہو جاتی ہے۔

عذابِ قبر کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں ہوا:

یہ ایک حقیقت واقعہ ہی ہے کہ مکہ میں تیرہ سال تک اور مدینہ ہجرت کرنے کے بعد کئی سال تک عذاب قبر یا عذاب برزخ کی باتوں کا اشارہ نہ احادیث میں ملتا ہے نہ صحابہؓ کے اقوال میں بلکہ ایک یہودن کے کہنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا حالانکہ یہ غیب (عقیدہ) کا معاملہ ہے جس کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداءِ نبوت ہی سے ہونا لازمی تھا اس کی بجائے ایک غیر مسلم عورت (یہودن) کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا ہے۔ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے بڑھ کر کوئی ہجو و توہین ہو سکتی ہے۔ جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ

[1] المومنون ۱۵۔ پھر اس کے بعد تم کو ضرور مرنا ہے۔

۱۶۔ پھر قیامت کے روز یقیناً تم اُٹھائے جاؤ گے۔

یہودیوں نے آپؐ کی ہجو و توہین کے لیے عذابِ قبر یا عذابِ برزخ کی احادیث گھڑی ہیں ۔

یہ ایک امر واقعہ ہی ہے کہ عقائد کے معاملہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہرگز متضاد و متخالف نہیں ہو سکتے ۔ اب وہ احادیث پیش ہیں جن سے معلوم ہو گا کہ عذابِ قبر کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک یہودی عورت نے دیا ۔

۱ ۔ امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ " ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی اور اس نے عذابِ قبر کا ذکر کیا اور حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اللہ تمہیں عذابِ قبر سے بچائے ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عذابِ قبر کی بابت پوچھا ۔ آپؐ نے فرمایا ہاں عذابِ قبر برحق ہے ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ہر نماز کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے (مشکوٰۃ)

۲ ۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک یہودیہ حضرت عائشہؓ کی خدمت گزار تھی ۔ حضرت عائشہؓ جب کبھی اس کے ساتھ کچھ سلوک کرتیں تو وہ دعا دیتی اور کہتی کہ اللہ تعالیٰ تجھے عذابِ قبر سے بچائے ایک روز حضرت عائشہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا قیامت سے پہلے قبر میں عذاب ہوتا ہے ؟ آپؐ نے فرمایا نہیں تو یہ کس نے کہا ؟ حضرت عائشہؓ نے اس یہودی عورت کا واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا یہود جھوٹے ہیں اور وہ تو اس سے زیادہ جھوٹ اللہ پر باندھا کرتے ہیں ۔ قیامت سے پہلے کوئی عذاب نہیں " کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ایک مرتبہ ظہر کے وقت کپڑا لپیٹے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں اور بآوازِ بلند فرما رہے تھے کہ قبر مانند رات کے اندھیروں کے ٹکڑوں کے ہے ۔ لوگو ! تم وہ نہیں جانتے جو میں جانتا ہوں اگر تم وہ جانتے تو بہت زیادہ روتے اور بہت کم ہنستے ۔ لوگو ! قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرو ۔ یقین مانو کہ عذابِ قبر حق ہے " (رسالہ التوعیہ اسلامک ریسرچ اکیڈمی جوگابائی نئی دہلی جلد ۳ شمارہ ۸ بابتہ ماہ ڈسمبر ۱۹۸۸ء)

۳ ۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس وقت ایک یہودیہ عورت حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھی تھی اس نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ تم لوگ اپنی قبروں میں آزمائے جاؤ گے ۔ اسے سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانپ گئے اور

کہا یہودی آزمائے جاتے ہیں۔ پھر چند دنوں بعد آپؐ نے فرمایا لوگو! تم سب قبر کے فتنہ میں ڈالے جاؤ گے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنہ قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔" (ایضاً)

یہودیوں سے سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عذاب قبر کی تصدیق کرنا مستلزم کر دیتا ہے کہ آپؐ عذاب قبر کا اس سے پہلے ذکر کرنا بھول گئے یا آپؐ اس کی اطلاع دینے سے چوک گئے۔ (نعوذ باللہ من ذٰلک) عقیدہ کے معاملے میں ایسا ہونا ناممکن ہے ورنہ منصب نبوت مشکوک ہو جاتا ہے۔ سوالات کے جوابات دینے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عموماً یہ طریقہ رہا ہے کہ جس بات کا آپؐ کو علم ہوتا تو اس کا آپؐ جواب دے دیتے ورنہ سکوت اختیار فرماتے یا آئندہ بتانے کا وعدہ فرماتے جیسا کہ اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے بارہ میں ہوا ہے لیکن عقیدہ کے بارہ میں ایک بھی واقعہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں آپؐ نے کسی بات کو سنتے ہی نفی و تردید کر دینے کے بعد پھر اس کے صحیح و درست ہونے کی بات فرمائی ہو۔ آپؐ کا سنتے ہی عذاب قبر کی نفی و تردید کرنا حقیقت واقعہ کے اگر خلاف ہوتا تو فوراً ہی وحی الٰہی کے ذریعہ اس کی اصلاح کر دی جاتی جیسا کہ منافقین کو اجازت دینے اور نابینا صحابیؓ کے آنے پر ہوا ہے۔ یہاں وحی غیر متلو کی بات بھی نہیں کہی جا سکتی کیونکہ یہ معاملہ عقیدہ کا ہے عمل کا نہیں۔ غور کیجئے قبر میں آزمانے کی بات سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کانپنا پھر یہ فرمانا کہ یہودی آزمائے جاتے ہیں کیا ان دونوں باتوں میں کوئی مناسبت ہے؟ قبر میں آزمائش کی بات ہی اس حدیث کے جھوٹا ہونے کا کھلا ثبوت ہے کیونکہ آزمائش کا مقام دار العمل یعنی دنیا ہے جو موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے۔

بخاری، مسلم و مسند احمد کی متذکرہ بالا تینوں احادیث میں مشترک یہودن ہی کا ذکر ہے جو یہودی قبائل ۵ھ میں مدینہ سے جلا وطن کر دیئے جانے کے بعد حضرت عائشہؓ کے پاس آئی یا ملازم ہوئی اسی کے ذریعہ قبر میں عذاب کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا ہے۔ سب سے اہم بات عذاب قبر والی احادیث کے متخالف و متضاد احادیث خود بخاری و مسلم میں ہے جیسا کہ عرض کیا گیا کہ عقائد کے معاملہ میں متضاد و متخالف احادیث ناممکن ہے کیونکہ آپؐ کے ارشادات ہرگز قرآن کے خلاف نہیں ہو سکتے بلکہ قرآن کی وضاحت کرنے والے اور عملی شکلیں بتانے والے ہیں۔

عذاب قبر یا برزخ کی تردید و نفی کرنے والی اور قرآن کی وضاحت کرنے والی احادیث مکرر

ملاحظہ ہوں :

"جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کی ابدی قیام گاہ اسے صبح و شام دکھائی جاتی ہے۔ خواہ وہ جنتی ہو یا دوزخی۔ اسے کہا جاتا ہے کہ یہ تمہاری ہونے والی ابدی قیام گاہ ہے جب تمہیں اللہ تعالیٰ حشر کے دن (زندہ) دوبارہ اٹھائے گا۔ (تفہیم البخاری حدیث ۱۲۸۹) "جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا ٹھکانا صبح و شام اس کے سامنے کیا جاتا ہے اگر وہ جنتی ہے تو جنت دکھائی جاتی ہے اور اگر وہ دوزخی ہے تو دوزخ دکھائی جاتی ہے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے۔ جہاں تو حشر کے دن بھیجا جائے گا (صحیح مسلم جلد ۶)" مندرجہ بالا دونوں ارشاداتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سورہ المومن آیت ۴۶[1] کی وضاحت کر رہے ہیں۔

عذاب قبر یا برزخ کے معاملہ میں جب متضاد و متخالف احادیث موجود ہیں تو ان میں سے ان ہی احادیث کو صحیح قرار دیا جائے گا جو قرآن کی وضاحت کرتی ہیں اور مخالف احادیث کا گھڑی ہوئی ہونا خود بخود ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ یہ تو ممکن نہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہی کہی ہوئی باتوں کے خلاف قبر یا برزخ میں عذاب ہونے کی بات فرمائی ہو جو صریحاً قرآن کے خلاف ہو۔

عذاب قبر یا برزخ کا عقیدہ غلط ہونے کے دلائل مختصراً مکرر پیش ہیں :

۱۔ قرآن علم کی کتاب ہے اور علم عقل ہی سے حاصل ہو سکتا ہے اس لیے علم کی بات عقل کے ہرگز خلاف نہیں ہو سکتی اور نہ تجربہ و مشاہدہ میں غلط۔ اس لیے علم کی باتوں میں تضاد بیانی ممکن نہیں۔ چنانچہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ط اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ " (۱۸۵) آل عمران (ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو تمہارا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا حشر کے دن) ۔ (غور فرمائیں) یوم القیامہ پر۔

۵۔ قرآن کے متعلق فرمایا گیا اَلْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۵ (مفصل کتاب) الانعام ۱۱۴۔ تفصیل الکتب سورہ یونس آیت ۳۷، تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ ۵ یوسف ۱۱۱ ۔ (ہر چیز کی تفصیل) تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۵ النحل ۸۹۔ (ہر بات کو کھول کھول کر بیان کرنے والی) وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۵ الدخان ۲۔ (قسم ہے اس کتاب واضح کی) میں صرف دو ہی جگہ یعنی دنیا و آخرت میں عذاب دیئے جانے کی بات کا ذکر متعدد جگہ ہوا ہے لیکن تیسری جگہ یعنی قبر یا برزخ میں عذاب دیئے

[1] المومن ۴۶ - دیکھئے صفحہ ۱۴ حاشیہ۔

جانے کا اشارہ تک بھی نہیں ہے۔

۶۔ تمام پیغمبروں کا بنیادی و اولین کام لوگوں کو ان کے ابدی انجام سے باخبر کرنا رہا ہے لیکن کسی پیغمبر نے بھی عذابِ قبر یا برزخ کا اشارہ تک نہیں دیا تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عذاب قبر کی بات کیسے فرما سکتے ہیں کیونکہ یہ عقیدہ کا معاملہ ہے۔

۷۔ اٰلِ فرعون کو صبح و شام آگ کے سامنے لائے جانے کو ہلکا عذاب اس لیے قرار دینا کہ اس کے بعد اَشَدَّ الْعَذَاب کے الفاظ آئے ہیں تاویل نہیں بلکہ بے بنیاد قیاس ہے۔ ملزم عدالت کی تحویل میں فیصلہ تک رکھا جاتا ہے اس مدت کو نہ ملزم سزا سمجھتا ہے اور نہ جج ہی فیصلہ کرتے وقت اس مدت کو ملحوظ رکھتے ہوئے سزا میں کچھ تخفیف کرتا ہے۔

۸۔ قبر یا برزخ میں ہم جب اپنی دوسری اور آخری حالت موت میں ہوں گے۔ اس حالت موت میں عذاب دیئے جانے کی بات کیسے صحیح مانی جا سکتی ہے جب کہ بے ہوش انسان چیرنے، پھاڑنے کی تکلیف محسوس نہیں کرتا۔ عقائد کے معاملہ میں متضاد و متخالف احادیث کا ہونا ناممکن ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عذابِ قبر یا برزخ کے عذاب کی نفی و تردید کرنے والی احادیث جب موجود ہیں اور جن سے قرآن کی وضاحت ہوتی ہے تو عذاب قبر و عذاب برزخ کی احادیث کا من گھڑت ہونا خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔

احادیث میں ہے کہ سورۃ الملک اپنے تلاوت کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس سفارش کرتی رہے گی اور اللہ کے عذاب سے نجات دلائے گی حالانکہ قرآن مجید کی سورتوں کے فضائل والی تمام کی تمام احادیث محض گھڑی ہوئی ہیں۔ کیونکہ پورے کا پورا قرآن احسن الحدیث ہے جس کی ایک سورۃ کو اس کی دوسری سورتوں کے مقابلے میں زیادہ یا کم اہم اور ثواب والی قرار دینا گویا کہ قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا ہے۔ (الانعام ۹۱، الحجر ۹۱ تا ۹۳[1]) اس لیئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کی باتیں ہرگز نہیں فرما سکتے۔

وَمَا تَوْفِيْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

---

[1] الانعام ۹۱۔ ان لوگوں نے اللہ کا بہت غلط اندازہ لگایا جب کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا ہے۔ ان سے پوچھو، پھر وہ کتاب جسے موسیٰ لایا تھا جو تمام انسانوں کے لئے روشنی اور ہدایت تھی جسے تم پارہ پارہ کر کے رکھتے ہو، کچھ دکھاتے ہو اور بہت کچھ چھپاتے ہو اور جس کے ذریعہ سے تم کو وہ علم دیا گیا جو نہ تمہیں حاصل تھا اور نہ تمہارے باپ دادا کو، آخر اس کا نازل کرنے والا کون تھا۔ بس اتنا کہہ دو کہ اللہ، پھر انہیں اپنی دلیل بازیوں سے کھیلنے کے لئے چھوڑ دو۔ (بقیہ صفحہ ۳۶ پر)

ضرور پڑھیئے

۱۔ قرآن پر ایمان کا دعویٰ اسی وقت صحیح ہوگا جب کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھا جائے (البقرہ ۱۲۱[۱]) اور ساتھ ہی قرآن کی باتیں بغیر کوئی بات چھپائے لوگوں سے کھول کھول کر بیان کرنا۔ (آل عمران ۱۸۷[۲])۔

۲۔ نماز، روزہ اور نیک کام وغیرہ کی قبولیت کی لازمی شرائط: (۱) عمل کرنے والے کا ایمان شرک کے اجزاء سے پاک ہونا (الانعام ۸۲[۳]) اور عمل کے طریقے کا سُنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوۂ صحابہؓ کے مطابق ہونا (النساء ۱۱۵[۴])۔ خلاف ورزی پر ابدی ٹھکانا دوزخ ہوگا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵ = الحجر ۹۱۔ جنہوں نے اپنے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہے۔

الحجر ۹۲۔ تو قسم ہے تیرے رب کی ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔

۹۳۔ کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔

[۱] البقرہ ۱۲۱۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے وہ اس (قرآن پر) سچے دل سے ایمان لے آتے ہیں اور جو اس کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کریں وہی اصل میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔

[۲] آل عمران ۱۸۷۔ ان اہل کتاب کو وہ عہد یاد دلاؤ جو اللہ نے ان سے لیا تھا کہ تمہیں کتاب کی تعلیمات کو لوگوں میں پھیلانا ہوگا انہیں پوشیدہ رکھنا نہیں ہوگا۔ مگر انہوں نے کتاب کو پس پشت ڈال دیا اور تھوڑی قیمت پر اسے بیچ ڈالا۔ کتنا برا کاروبار ہے جو یہ کر رہے ہیں۔

[۳] الانعام ۸۲۔ حقیقت میں تو امن انہی کے لئے ہے اور راہِ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔

[۴] النساء ۱۱۵۔ مگر جو شخص رسول کی مخالفت پر کمربستہ ہو اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے در آں حالے کہ اس پر راہ راست واضح ہو چکی ہو تو اس کو ہم اسی طرح چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔